Al-Raqīm (Research Journal of Islamic Studies)
ISSN: 3006-2225 (Print), 3006-2233 (Online)
Volume 03, Issue 02, July-December 2025.
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/alraqim/index
Publisher: Department of Islamic Studies, The Islāmia University of Bahāwalpur, Raḥīm Yār Khān Campus, Pakistan
Email: editor.alraqim@iub.edu.pk

میثاقِ مدینہ: جدید ریاست میں امن کے قیام اور انتہاپسندی کے انسداد کے لیے نبوی حکمت عملی

The Covenant of Madinah: A Prophetic Strategy for Peace and Countering Extremism in the Modern State

Umm e Habiba

Ph.D scholar, Department of Islamic Studies, Minhaj University Lahore.
E-mail: *habibaismail786@gmail.com*

Abstract :

The Constitution of Medina is considered the world's first written constitutional charter, established on the principles of religious tolerance, mutual cooperation, and respect for all faiths. It practically ensured equality among all members of society, despite differences in religion and belief. In the modern era, it can serve as a guiding framework for Muslim-majority states seeking to counter extremism and foster religious diversity. This study evaluates the constitutional dimensions of the Medina Charter, as reinterpreted by Dr. Hassan Mohi-ud-Din Qadri, to explore its potential as a framework for addressing religious extremism and promoting unity.

The central objective of this research is to assess the articles of the Constitution of Medina in light of contemporary challenges such as religious intolerance, sectarianism, and extremism in modern societies. By revisiting the Charter not merely as a historical document but as a living constitutional model, the study highlights its principles of inclusive governance, collective security, and interfaith coexistence. Through a descriptive and analytical interpretation of primary sources, including Dr. Hassan Mohi-ud-Din Qadri's analysis, the paper identifies core principles such as justice, pluralism, social cohesion, mutual respect and evaluates their relevance in building a peaceful, inclusive society.

This study also highlights the historical significance of the Charter of Medina as one of the earliest examples of diverse and resilient governance. It shows how the prophetic model institutionalized coexistence among different religious communities, addressed structural inequalities, and fostered a shared civic identity tool that is still needed today to dismantle extremist ideologies at their social, political, and theological roots.

The research also emphasizes how Dr. Qadri's work revives Islamic constitutional heritage to address contemporary challenges. The Charter's focus on ethical

Al-Raqim Research Journal, Department of Islamic Studies, IUB, RYK Campus is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

governance, mutual obligations between communities, and the protection of minority rights reflects the potential of prophetic jurisprudence to promote peace, prevent ideological divisions, and encourage religious harmony. In doing so, this paper contributes to the wider discourse on Islamic constitutionalism and the search for faith-based models that support peacebuilding and social resilience in a polarized world.

Keywords:

Charter of Madinah,Islamic constitutionalism, religious extremism, sectarianism, interfaith coexistence, pluralism, inclusive governance, prophetic statecraft, minority rights in Islam, peacebuilding, social cohesion, faith-based reform.

یہ حقیقت کسی صاحبِ عقل سے پوشیدہ نہیں کہ انسانی تہذیب کی ترقی میں اسلامی تہذیب نے غیر معمولی اثرات مرتب کیے۔ اسلامی تہذیب اپنی انفرادیت کے اعتبار سے تکمیلی حیثیت رکھتی ہے، جس میں اعلیٰ اقدار کے ساتھ سائنسی و فکری رجحانات بھی شامل تھے۔ مسلمان علماء نے علم کے ہر دروازے پر دستک دی اور تحقیق و تصنیف کا ایک وسیع ذخیرہ چھوڑا۔ اسلامی تہذیب کی نمایاں خصوصیات میں علم و عمل کا امتزاج، وقت کی قدر و قیمت کا احساس اور مختلف علوم و فنون میں وافر پیداوار شامل ہیں۔ میثاقِ مدینہ اس تہذیبی ورثے کی پہلی اینٹ تھا۔ یہ دستاویز اپنے مضامین کی جامعیت کے لحاظ سے وقت کی حدود سے ماوراد کھائی دیتی ہے اور ایک ایسی ریاست کی بنیاد رکھتی ہے جسے آج کی اصطلاح میں دستوری ریاست کہا جاسکتا ہے۔ اس کے اندر درج اصول آج کے اہم موضوعات مثلاً شہریت، باہمی زندگی، مذہبی تکثیریت، سماجی امن، انسدادِ دہشت گردی، فساد اور انتہا پسندی کے خلاف قانون سازی، اور باہمی تعاون کے اصول کی صراحت کرتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے مدینہ کی سرزمین پر پہلی اسلامی ریاست قائم کرتے ہوئے امن و استحکامِ ریاست اور انتہا پسندی کے انسداد کو بنیاد بنایا اور میثاقِ مدینہ کی صورت میں ایک ایسا آئینی منشور عطا فرمایا جو آج تک انسانیت کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ اس معاہدے نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ یہودی قبائل کو بھی مذہبی آزادی، جان و مال کے تحفظ اور باہمی تعاون کی ضمانت دی۔ یہ پہلی تحریری دستاویز تھی جس نے مختلف مذاہب و طبقات کو ایک مشترکہ ریاستی نظم میں جمع کیا اور عدل، مساوات اور رواداری کو آئینی شکل دی۔ میثاقِ مدینہ محض سیاسی معاہدہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی و سماجی انقلاب تھا جس نے جاہلیت اور انتہا پسندی کی جڑیں کاٹ دیں اور ریاستی استحکام کے لیے اصولِ عدل و امن کو مضبوط کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کے افکار اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ آج کے دور میں بھی یہ میثاق عالمی امن، بین المذاہب ہم آہنگی اور انتہا پسندی کے انسداد کے لیے ایک موثر ماڈل ہے۔

ریاستی استحکام کے لیے باہمی تعاون کی ضرورت:

انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے تنہا اور کٹا ہوا وجود نہیں رکھ سکتا۔ وہ اجتماعیت کا متقاضی اور باہمی تعلقات و تبادلات کا محتاج ہے۔ یہی ضرورت اسے باہمی تعاون، یکجہتی کے رشتوں سے وابستہ کرتی ہے۔ اسلامی شریعت نے آغاز ہی سے اس حقیقت کو اجاگر کیا اور

میثاقِ مدینہ میں اس کے لیے ایک واضح اور جامع عملی بنیاد فراہم کی۔ اس آئینی دستاویز میں رسول اکرم ﷺ کے ارشادات نے باہمی تعاون اور یکجہتی کے اصول کو نہایت جامعیت سے مرتب کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"المهاجرون من قريش على ربعتهم يتعاقلون بينهم وهم يفدون عانيهم بالمعروف والقسط بين المؤمنين"(1)

"قریش کے مہاجر اپنی جماعت پر ایک ہیں وہ دیت کی ادائیگی میں شریک ہوں گے اور اپنے قیدیوں کو عدل و معروف کے ساتھ چھڑائیں گے۔"

یہ فرمان دراصل معاشرتی تعاون اور یکجہتی کی اساس ہے جس کی ایک صورت دیت کا نظام ہے جو مقتول کے لواحقین کو سہارا فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

"وإن على اليهود نفقتهم وعلى المسلمين نفقتهم وإن بينهم النصر على من حارب أهل هذه الصحيفة وإن بينهم النصح والنصيحة والبر دون الإثم. وإنه لا يأثم امرؤ بحليفه وإن النصر للمظلوم"(2)

"یہود پر ان کا خرچ ہے اور مسلمانوں پر ان کا خرچ، اور ان کے مابین اس دشمن کے خلاف مدد ہے جو اس معاہدہ والوں پر حملہ کرے۔ ان کے درمیان خیر خواہی، نصیحت اور نیکی ہوگی اور گناہ پر تعاون نہ ہوگا۔ مظلوم کی مدد لازم ہے۔"

پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اس کے ذیل میں یہ آئینی تعبیر بیان کرتے ہیں کہ:

"یہ الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو صرف انفرادی دیانت و عبادت کا نہیں بلکہ اجتماعی اخوت و تعاون کا بھی پابند کیا ہے۔ میثاق مدینہ کی ان نصوص میں جھلکتی حقیقت یہ ہے کہ میثاقِ مدینہ محض ایک سیاسی معاہدہ نہ تھا بلکہ ایک ایسا سماجی و اخلاقی انقلاب تھا جس نے انسانی معاشرت کو تکافل، تعاون، نصرتِ مظلوم اور عدل کی بنیادوں پر استوار کر دیا۔ یہی وہ رہنما اصول ہیں جو آج بھی امن واستحکامِ ریاست اور انتہاپسندی کے انسداد کے لیے ایک ہمہ گیر ماڈل فراہم کرتے ہیں۔"(3)

قومی یکجہتی کا اصول:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو شرف و عزت بخشی اس کی حیثیت کو بلند کیا پس انسان صرف اپنی انسانیت کی بنیاد پر احترام و وقار کا مستحق ہے۔ اسے معاشرے کا فرد مان کر اس کی عقل، رائے، صلاحیت اور کردار کی قدر کی جانی چاہیے۔ اس کے جذبات اور احساسات کا لحاظ رکھنا بھی لازم ہے۔ اسی تناظر میں "قبولِ الآخر" (دوسروں کو قبول کرنے) کا اصول سامنے آتا ہے جو کرامتِ انسانی پر مبنی ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ معاشرے میں اختلافات کو بڑھاوا دینے کے بجائے ان کا احترام کیا جائے، اور ہر فرد کو اس کے کردار کے مطابق جگہ دی جائے۔ یہی سوچ قومی یکجہتی اور سماجی ہم آہنگی کے قیام کا ذریعہ بنتی ہے۔

میثاقِ مدینہ نے اس اعلیٰ اصول کو متعدد دفعات میں بیان کیا ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"وإن ليهود بني النجار مثل ما ليهود بني عوف، وإن ليهود بني الحارث مثل ما ليهود بني عوف، وإن ليهود بني ساعدة مثل ما ليهود بني عوف، وإن ليهود بني جشم مثل ما ليهود بني عوف، وإن ليهود بني الأوس مثل ما ليهود بني عوف، وإن ليهود بني ثعلبة "(4)

”یہودِ بنو نجّار کے وہی حقوق ہیں جو یہودِ بنو عوف کے ہیں، یہودِ بنو حارث کے بھی وہی حقوق ہیں، یہودِ بنو ساعدہ کے بھی وہی حقوق ہیں یہودِ بنو جشم کے بھی وہی حقوق ہیں، یہودِ بنو اوس اور یہودِ بنو ثعلبہ کے بھی وہی حقوق ہیں جو یہودِ بنو عوف کے ہیں۔“

یہ دفعات اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ ریاستِ مدینہ کا آئینی ڈھانچہ تمام شہریوں کے مابین مساوات، ہم آہنگی اور باہمی احترام کی بنیاد پر کھڑا کیا گیا تھا۔ جیسا کہ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اس آرٹیکل کے ذیل میں یہ آئینی تعبیر بیان کرتے ہیں کہ:

”میثاق مدینہ کی دفعات خصوصاً یہود اور مسلمانوں کے مابین مساوی حقوق کی ضمانت اس امر کی غمازی کرتی ہیں کہ آئینِ مدینہ نے آئینی مساوات (Constitutional Equality) کا اصول وضع کیا۔ یہ اصول محض مذہبی رواداری تک محدود نہیں بلکہ قومی یکجہتی اور سماجی ہم آہنگی کی اصل بنیاد ہے۔ اس کے تحت ہر فرد کو اس کی انسانی کرامت کے مطابق تسلیم کیا گیا اور اس کی عقل، رائے، صلاحیت اور کردار کے احترام کو آئینی قدر کا درجہ دیا گیا۔ یہی اصول آج کی آئینی تعبیرات میں "جامع شہریت" اور "مساوی حقوق" کی صورت میں جلوہ گر ہے جو ایک جدید فلاحی اور ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل کے لیے ناگزیر ہے۔“[5]

میثاقِ مدینہ اور شراکتِ تمدنی کا اصول:

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کا عالمی معاشرہ شدید ضرورت مند ہے کہ ایک ایسی شراکتِ تمدنی قائم کی جائے جو انسانیت کی اُس عظمت کو اجاگر کرے. انسانی تاریخ نے جنگوں کے زہر اور تباہی کا مزہ چکھا ہے۔ بالخصوص پہلی اور دوسری عالمی جنگ نے دنیا کو جانی و مالی نقصان، بربادی اور فساد کے کڑوے تجربات سے دوچار کیا۔ یہی پس منظر اس بات کا متقاضی ہے کہ ایسی شراکتِ تمدنی قائم کی جائے جو ہر طرح کے تصادم اور ٹکراؤ کو رد کر کے امن، بقا اور تعاون پر مبنی ہو۔ میثاقِ مدینہ اسی تصور کو عملی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”وإن يهود الأوس مواليهم وأنفسهم على مثل ما لأهل هذه الصحيفة مع البر المحض من أهل هذه الصحيفة“[6]

”یہودِ اَوس اور ان کے موالی و افراد بھی اہلِ صحیفہ کے برابر ہیں اور یہ سب مل کر نیک نیتی اور خالص بھلائی میں شریک ہیں۔“

اس آرٹیکل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہودی قبائل کو بھی برابری کے اصول پر تمدنی شراکت کا حق دیا اور اس بات پر زور دیا کہ یہ شراکت نیکی، بھلائی اور امن پر قائم ہو گی۔ جیسا کہ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اس آرٹیکل کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

”یہ اصول جامع شہریت (Inclusive Citizenship) اور آئینی مساوات کی بنیادی ضمانت ہے۔ میثاقِ مدینہ نے مذہبی اختلافات سے بالاتر ہو کر ہر شہری کو اس کی انسانی کرامت کی بنیاد پر تسلیم کیا اور مساوی حقوق عطا کیے۔ یہی اصول قومی یکجہتی، سماجی ہم آہنگی اور ایک فلاحی ریاست کی تشکیل کے لیے ناگزیر ہے اور اسی پر آج کے جدید آئینی تصورات بھی استوار ہیں۔“[7]

ریاستی استحکام کے لیے کثرت میں وحدت کا اصول

اس میں کوئی شک نہیں کہ تہذیبی، مذہبی اور سماجی تنوع و تعدد انسانی معاشروں کی بنیادی خصوصیات میں سے ہے۔ دنیا کا کوئی معاشرہ مکمل طور پر یکساں نہیں پایا جاتا۔ نسل، دین، مسلک یا نسب اور دیگر بنیادوں پر اختلاف اور تنوع ہر خطۂ ارضی میں موجود اور رچا بسا ہے۔

لہٰذا یہ لازم ہے کہ معاشرہ اپنے تمام اجزاء کے درمیان پُرامن مشترکہ زندگی کے تصور کو قبول کرے۔ میثاقِ مدینہ نے اس نہایت اہم تصور کی جانب رہنمائی کی۔ اس دستاویز نے یہود کو اسلامی ریاست کے شہری اور اس کے اجزائے ترکیبی میں شامل قرار دیا۔ چنانچہ اس میں یہ الفاظ درج ہیں:

" بين المؤمنين والمسلمين من قريش و (أهل) يثرب و من تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم أنهم أمة واحدة من دون الناس "[8]

قریش کے مؤمنوں اور مسلمانوں اور یثرب کے رہنے والوں کے درمیان، اور ان لوگوں کے درمیان جو ان کے تابع ہوئے، ان کے ساتھ آملے اور ان کے ساتھ جہاد کیا بے شک وہ سب ایک ہی امت ہیں باقی لوگوں کے سوا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اہلِ کتاب کو، جو اسلامی ریاست میں رہتے تھے، شہری تسلیم کیا اور انہیں مومنین کے ساتھ امت کا حصہ قرار دیا، بشرطیکہ وہ اپنے واجبات کو پورا کریں۔ پس دین کا اختلاف میثاقِ مدینہ کے مطابق شہریت اور اس کے حقوق سے محرومی کا سبب نہیں ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اپنی کتاب *دستورِ مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور* میں اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ "میثاقِ مدینہ نے کثرت میں وحدت (Unity in Diversity) کا آئینی اصول متعارف کروایا۔ ان کے مطابق یہ اصول نہ صرف مذہبی رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کا ضامن ہے بلکہ ایک فلاحی اور مستحکم ریاست کی اساس بھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ دستورِ مدینہ نے ریاستی نظام کو اس طرح منظم کیا کہ ہر فرد کو بلا تفریق مذہب و نسل انسانی کرامت کے اعتبار سے مساوی حیثیت اور حقوق حاصل ہوں۔ یہی تصور آج کے آئینی ڈھانچوں میں "جامع شہریت" اور "مساوات" کی شکل میں نظر آتا ہے جو کثیر المذاہب اور کثیر الثقافتی معاشروں کے لیے امن واستحکام کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔"[9]

مذاہب وتہذیبوں کے اختلاف کا الٰہی اصول:

اختلاف دراصل ایک الٰہی سنت ہے جو کائنات کے نظام میں کارفرما ہے۔ یہ اختلاف رات اور دن کے فرق سے شروع ہوتا ہے، چاروں موسموں کے تنوع سے ظاہر ہوتا ہے، انسانوں کے رنگ ونسل کے امتیاز میں جھلکتا ہے اور مختلف خطوں کی فطری کیفیت میں نمایاں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ"[10]

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بے شک اس میں اہلِ علم کے لیے نشانیاں ہیں۔"

یہی اصول انسانی معاشروں میں مذاہب، ثقافتوں، طبائع اور طریقِ فکر کے اختلاف پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ میثاقِ مدینہ نے اس حقیقت کو نہایت وضاحت کے ساتھ تسلیم کیا۔ یہ نص صریح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مختلف اقوام کے درمیان عقائد، ثقافت اور افکار کے تنوع کو ایک اٹل کائناتی سنت کے طور پر تسلیم فرمایا اور اسے شہری زندگی کا لازمی حصہ قرار دیا۔ جیسا کہ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اپنی کتاب دستورِ مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور میں اس نکتے پر زور دیتے ہیں کہ

"میثاقِ مدینہ نے اختلاف کو محض برداشت نہیں کیا بلکہ اسے ایک خدائی سنت اور شہری معاشرت کا لازمی حصہ قرار دیا۔ ان کے مطابق یہ آئینی اصول ریاستی سطح پر تنوع (Pluralism) کو قانونی و سماجی تحفظ فراہم کرتا ہے اور مذہبی و ثقافتی کثرت کو وحدت میں ڈھال کر معاشرتی ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کی ضمانت دیتا ہے۔ یوں دستورِ مدینہ نے یہ رہنما اصول فراہم کیا کہ اختلاف کوئی بحران نہیں بلکہ سماجی و تہذیبی ارتقاء کے لیے ایک مثبت قوت ہے بشرطیکہ اسے انسانی کرامت اور باہمی احترام کے اصول کے تحت منظم کیا جائے۔"[11]

تحفظِ وقارِ مذاہب اور انسدادِ انتہاپسندی کا اصول:

زمان و مکان کی کوئی قید ایسی نہیں جہاں متعصب عناصر موجود نہ ہوں۔ یہ وہ گروہ ہے جو تنگ نظری، حقیقت سے ناواقفیت اور معاشرتی تقسیم و افتراق پیدا کرنے کی روش اختیار کرتا ہے۔ ہر دین، ہر مسلک اور ہر قوم میں ایسے افراد پائے جاتے ہیں، لیکن یہ سراسر ناانصافی ہے کہ کسی مذہب یا گروہ کو اپنے چند انتہاپسند پیروکاروں کی غلط روش کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ میثاقِ مدینہ نے اس اصول کو نہایت وضاحت سے بیان کیا۔ اس میں درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا يكسب كاسب إلا على نفسه"[12]

"کوئی شخص جو کمائے گا تو اپنے ہی ذمہ ہو گا۔"

ایک اور جگہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وإنه من فتك فبنفسه فتك"[13]

"جو کسی پر اچانک حملہ کرے گا تو اس کا وبال اسی پر ہو گا۔"

اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا:

"وإنه لم يأثم امرؤ بحليفه"[14]

"کوئی شخص اپنے حلیف کے گناہ کا ذمہ دار نہیں ہو گا۔

یہ دفعات صریح اعلان ہیں کہ ادیان اور فلسفے اپنے ماننے والوں کے انتہاپسندانہ یا ظالمانہ رویوں کے ذمہ دار نہیں۔ ہر فرد اپنے عمل کا خود جواب دہ ہے اور کسی مذہب یا نظریے کو اس کے ماننے والوں کی زیادتیوں سے جوڑنا عدل و انصاف کے منافی ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری لکھتے ہیں کہ

"دستورِ مدینہ نے اسی اصول کو بنیاد بنا کر ایک ایسی فلاحی ریاست کی تشکیل کی جہاں اجتماعی عدل اور انفرادی ذمہ داری کو علیحدہ کیا گیا۔ ان کے مطابق یہی اصول آج کے عالمی تناظر میں مذہبی رواداری، بقائے باہمی اور دہشت گردی کے خلاف مشترکہ جدوجہد کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔"[15]

میثاقِ مدینہ اور اسلاموفوبیا:

اسلاموفوبیا ایک جدید اصطلاح ہے جو دو الفاظ "اسلام" اور "فوبیا" سے مرکب ہے اس سے مراد غیر عقلی خوف یا وہ وہم ہے جو اسلام کے بارے میں اس کے حقیقی یا مفروضہ خطرے سے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح پہلی بار 1923ء میں مجلة

الدراسات اللاهوتية میں استعمال ہوئی اور 1997ء میں برطانوی ادارے رونیمیڈ ٹرسٹ کی رپورٹ "اسلاموفوبیا: خطرہ ہم سب کے لیے" کے بعد عام سطح پر مقبول ہوئی۔ تاہم اس کا حقیقی پھیلاؤ 11 ستمبر 2001ء کے حملوں کے بعد ہوا جب مغربی معاشروں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منفی رجحانات تیزی سے بڑھنے لگے۔ اسلام کو دہشت گردی اور تشدد سے جوڑنا قطعی ناقابلِ قبول ہے، کیونکہ اسلام کی حقیقی تعلیمات اس سے یکسر براءت کرتی ہیں۔ دراصل میثاقِ مدینہ اپنے صاف اور واضح نصوص کے ذریعے امن وامان کے قیام کا ضامن تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان پرامن مشترکہ زندگی کے اصول کو تسلیم فرمایا۔ مزید برآں آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی:

"لا يحل لمؤمن أقر بما في هذه الصحيفة وآمن بالله واليوم الآخرأن ينصر محدثا ولا يؤويه وأنه من نصره أو أواه فإن عليه لعنة الله وغضبه يوم القيامة ولا يؤخذ منه صرف ولا عدل"[16]

"کسی مومن کے لیے جو اس معاہدے کو مانے اور اللہ و یومِ آخرت پر ایمان لایا جائز نہیں کہ کسی مفسد کو پناہ دے یا اس کی مدد کرے۔ اور جو ایسا کرے گا اس پر اللہ کی لعنت اور اس کا غضب ہے، اور قیامت کے دن اس سے کوئی فدیہ قبول نہ کیا جائے گا۔"

امام نوویؒ نے محدث کی تعریف یوں کی ہے:

"هو من يأتي بفساد في الأرض "[17]

"وہ شخص جو زمین میں فساد برپا کرے۔"

گویا اسلام نے نہ صرف فساد کرنے والوں سے براءت کا اعلان کیا بلکہ ان کے مددگاروں اور پناہ دینے والوں کے لیے بھی سخت وعید مقرر کی۔ پس اسلاموفوبیا کا تصور سراسر اسلام کے خلاف ایک من گھڑت پروپیگنڈہ ہے کیونکہ اسلام کی اصل روح ظلم، فساد اور دہشت گردی سے بری ہے اور اس نے ہمیشہ امن، عدل اور بقائے باہمی کو اپنی اساس بنایا ہے۔

فساد فی الارض کے انسداد کا اصول:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا اس منصبِ خلافت کی تکمیل کے لیے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا، عقل عطا کی، اور ایک متوازن ماحول فراہم کیا تاکہ وہ زمین کو آباد کرے، اس کی حفاظت کرے اور اسے فساد سے بچائے۔ زمین اور اس کے تمام وسائل انسان کے امانت ہیں جن کا درست استعمال اور ان کی بقا انسان پر لازم ہے۔ اسلام نے ماحول اور فطری وسائل کے تحفظ پر زور دیا ہے، اور زمین کی آبادی و اصلاح کو انسان کی بنیادی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ اس اصول سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام نہ صرف خود فساد کو مسترد کرتا ہے بلکہ اُن افراد پر بھی سخت وعید سناتا ہے جو فاسد عناصر کی مدد یا پشت پناہی کرتے ہیں۔ اس طرح، میثاقِ مدینہ ریاستی استحکام کے ایک لازمی اصول کو اجاگر کرتا ہے: زمین میں ہر طرح کے فساد کی بیخ کنی اور امن وعدل کی بقا۔

انسدادِ دہشت گردی کا اصول

اسلام کا مزاج ظلم، جبر اور استبداد کی نفی پر قائم ہے۔ قرآن مجید میں ہر طرح کے طغیان اور فساد کی بیخ کنی کے لیے ایک ہمہ گیر نظام پیش کیا گیا ہے۔ اسی بنا پر اسلام نہ صرف سیاسی سطح پر بلکہ ایمانی و اخلاقی سطح پر بھی دہشت گردی اور ظلم کو دینِ حق کے منافی اور توحیدِ الٰہی کے مخالف قرار دیتا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دہشت گردی کے انسداد کی تعریف یوں کی ہے:

"وہ سرگرمیاں حکمتِ عملیاں اور اقدامات جو حکومتیں اپنے ادارہ ہائے دفاع و سلامتی کے ذریعے عسکری طور پر اختیار کرتی ہیں یا فوری اقدامات کے طور پر، یا پھر اصلاحی طریقوں سے، مثلاً ترقیاتی منصوبے، بے روزگاری کے خاتمے کے اقدامات، یا فکری سطح پر مکالمہ و مناصحت کے ذریعے۔"[18]

میثاقِ مدینہ نے اس اصول کو اپنے متعدد نصوص میں واضح کیا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"وإنه من اعتبط مؤمنا قتلاً عن بينة فإنه قود به إلا أن يرضى ولي المقتول (بالعقل) وإن المؤمنين عليه كافة، ولا يحل لهم إلا قيام عليه "[19]

"جو شخص کسی مؤمن کو بلاوجہ قتل کرے گا اور اس پر گواہی قائم ہو جائے تو قصاص لیا جائے گا مگر یہ کہ مقتول کا وارث دیت پر راضی ہو۔ اور تمام مؤمنین اس پر یکجا ہوں گے اور کسی کے لیے جائز نہ ہو گا کہ وہ قاتل کی حمایت کرے۔"

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"وإن المؤمنين المتقين أيديهم على كل من بغى منهم أو ابتغى دسيعة ظلم أو إثما أو عدوانا أو فسادا بين المؤمنين، وإن أيديهم عليه جميعا، ولو كان ولد أحدهم "[20]

"متقی مؤمنین کے ہاتھ ہر اس شخص کے خلاف اٹھیں گے جو ظلم، گناہ یا فساد کا ارتکاب کرے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔"

یہ نصوص اور ان جیسی دیگر ہدایات اس امر پر واضح دلیل ہیں کہ اسلام نے ہر اس شخص کے خلاف جدوجہد کو واجب قرار دیا جو زمین میں فساد برپا کرے، چاہے وہ دہشت گردی کی شکل میں ہو یا انسانی حقوق کی پامالی کی صورت میں۔ جیسا کہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں:

"اسلام کا مزاج سراسر ظلم، جبر اور فساد کی نفی پر قائم ہے۔ قرآن مجید نے طغیان اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے صرف عسکری اقدامات ہی نہیں بلکہ فکری، اخلاقی اور سماجی سطح پر بھی ایک ہمہ گیر نظام پیش کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام دہشت گردی کو دینِ حق کے منافی اور توحیدِ الٰہی کے مخالف قرار دیتا ہے۔ انسدادِ دہشت گردی کا اصول یہ ہے کہ ایک طرف ریاست اپنے دفاعی اور سلامتی اداروں کے ذریعے فوری اور عملی اقدامات کرے، اور دوسری طرف اصلاحی و تعمیری طریقوں کو بروئے کار لائے، مثلاً ترقیاتی منصوبے، بے روزگاری کے خاتمے کی تدابیر، اور فکری سطح پر مکالمہ و مناصحت۔ اسلام کی اصل روح یہی ہے کہ ہر سطح پر فساد و دہشت گردی کو جڑ سے ختم کیا جائے اور عدل و امن کو قائم کیا جائے۔"[21]

نفرت و تشدد کے محرکین کے خلاف قانونی اقدامات:

میثاقِ مدینہ میں بارہا اس بات پر زور دیا کہ معاشرہ اپنے تمام طبقات کے ساتھ امن و سکون میں زندگی گزارے۔ لیکن ساتھ ہی اس نے یہ بھی واضح کیا کہ جو لوگ اس اصولِ انسانی کی خلاف ورزی کریں، ان کے لیے باز پرس اور سخت قانونی سزائیں لازم ہیں۔ اس میں درج ہے:

"وإنه لا يحل لمؤمن أقر بما في هذه الصحيفة وآمن بالله واليوم الآخر أن ينصر محدثا ولا يؤويه وإن من نصره أو آواه، فإن عليه لعنة الله وغضبه يوم القيامة ولا يؤخذ منه صرف ولا عدل "[22]

"کسی مومن کے لیے جو اس معاہدہ کو تسلیم کرے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو جائز نہیں کہ کسی مفسد کو پناہ دے یا اس کی مدد کرے اور جو ایسا کرے گا اس پر اللہ کی لعنت اور اس کا غضب ہے اور قیامت کے دن اس سے کوئی بدلہ یا فدیہ قبول نہ کیا جائے گا۔"

یہ نص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ میثاقِ مدینہ نے تشدد، دہشت گردی اور فتنہ انگیزی کے مرتکب افراد کے ساتھ ساتھ ان کے مددگاروں اور پناہ دینے والوں کے خلاف بھی مؤثر اور رادع (روک تھام کرنے والی) قانون سازی کی بنیاد رکھی۔

نظریاتی دعووں سے عملی اقدام تک کا اصول:

اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسان کو اعلیٰ اقدار اور عظیم مقاصد کی طرف ابھارتا ہے اور منفی رویّوں اور معمولی باتوں سے دور رکھتا ہے۔ اس کی نمایاں خصوصیت عملی مثبت رویہ (ایجابیت) ہے۔ قرآن مجید نے اسی تصور کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [23]

یہ ہدایت واضح کرتی ہے کہ ایک مثالی معاشرہ وہی ہے جس میں تمام افراد باہمی تعاون، نیکی اور تقویٰ کے ذریعے ترقی اور فلاح میں شریک ہوں۔ اسی طرح اسلام نے مثبت سماجی عمل کی تعلیم دی، جس کے تحت مسلمان اپنے ماحول میں فعال کردار ادا کرتے ہیں: یتیموں، بیواؤں اور غریبوں کا خیال رکھتے ہیں، باہمی صلح کراتے ہیں، دلوں سے کینہ اور بغض ختم کرتے ہیں۔ یہ رویہ نہ صرف داخلی امن و سکون کو یقینی بناتا ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی سلامتی اور استحکام کا ضامن بنتا ہے۔ اسی تناظر میں میثاقِ مدینہ نے اس بات پر زور دیا کہ جو بھی شخص زمین میں فساد یا بگاڑ پیدا کرے، اس کا دفاع یا پناہ دینا ناجائز ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وإنه من اعتبط مؤمناً قتلاً عن بينة فإنه قود به إلا أن يرضى ولي المقتول، وإن المؤمنين عليه كافة، ولا يحل لهم إلا قيام عليه "[24]

"جو کوئی کسی مؤمن کو ظلم کے ساتھ قتل کرے اور اس پر ثبوت قائم ہو جائے تو اس سے قصاص لیا جائے گا، سوائے اس کے کہ مقتول کے وارث دیت پر راضی ہو جائیں۔ تمام مؤمنین اس پر متفق ہوں گے اور کسی کے لیے جائز نہ ہو گا کہ وہ قاتل کی حمایت کرے۔"

اس اصول کے تحت وہ تمام مظاہر جنہیں آج جدید اصطلاحات میں نسل کشی، نسلی تطہیر، جبری ہجرت، انسانی اسمگلنگ یا غیر شرعی اسقاط حمل کہا جاتا ہے زمین میں فساد کے زمرے میں آتے ہیں۔ اسلام صرف زبانی مذمت پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ ان جرائم کے عملی انسداد اور قانونی تعزیرات پر زور دیتا ہے تاکہ ان قبیح جرائم کا راستہ بند کیا جاسکے۔

میثاقِ مدینہ اور عبادت گاہوں کے تحفظ کا اصول

اس میں کوئی شک نہیں کہ مقدسات کا احترام، عبادت گاہوں کی حفاظت اور ان پر کسی بھی طرح کی بے حرمتی یا حملے سے اجتناب کرنا اسلام کی بنیادی تعلیمات میں شامل ہے۔ رسول اکرم ﷺ حتیٰ کہ حالتِ جنگ میں بھی فوج کو حکم دیتے تھے کہ خانقاہوں، گرجاگھروں اور عبادت گاہوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور وہاں کے راہبوں، پادریوں، عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ اگرچہ میثاقِ مدینہ میں عبادت گاہوں پر حملے کے حوالے سے براہِ راست نص موجود نہیں لیکن اس کے عمومی اصول اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے عقائد اور ان کی مذہبی آزادی کے احترام کو لازم قرار دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کے اہلِ ایلیاء کے ساتھ کیے گئے معاہدے میں آیا:

"إني قد أمنتكم على دمائكم وأموالكم وذراريكم وصلاتكم وبيعكم ولا تكلفوا فوق طاقتكم."(25)

"میں نے تمہیں تمہارے خون، اموال، اولاد، عبادت گاہوں اور مذہبی رسومات کے تحفظ کی ضمانت دی ہے اور تم پر تمہاری طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے گا۔"

اس طرح میثاقِ مدینہ نے ایک ایسا قانونی و اخلاقی فریم ورک فراہم کیا جو نہ صرف شہری آزادیوں بلکہ مذہبی عبادت گاہوں کے تحفظ کو بھی یقینی بناتا ہے۔

میثاقِ مدینہ اور آزادی و فوضویت (انارکی) میں امتیاز:

شخصی آزادی کی آڑ میں انسانی اقدار کو پامال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ آزادی اور فوضویت میں واضح فرق ہے۔ آزادی دراصل ایک ذمہ داری ہے اور جب فرد یا جماعت اس کا غلط استعمال کرے تو یہ آزادی بگاڑ اور انارکی میں تبدیل ہو جاتی ہے جہاں اصول و ضوابط ختم ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ آزادی کے بجائے جرم شمار ہوگی جو اس کے ارتکاب کرنے والے کے خلاف حجت بنے گی اس کے حق میں نہیں۔ پس آزادی کا مطلب یہ نہیں کہ انسان ظلم و جبر یا فساد پھیلانے میں آزاد ہے۔ جو ایسا کرے گا وہ یقینی طور پر سزا اور تادیب کا مستحق ہوگا۔ میثاقِ مدینہ نے اس تصور کو اپنے نصوص میں واضح کیا ہے۔ ان میں رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان شامل ہے:

"وإن المؤمنين المتقين على أحسن هدى وأقومه، ولا يظلم مؤمن مؤمناً في نصرة ولا مأثرة."(26)

"مؤمنین پر لازم ہے کہ وہ تقویٰ کے ساتھ بہترین راہ پر قائم رہیں اور کوئی مؤمن کسی دوسرے مؤمن پر ظلم نہ کرے، نہ کسی ظلم کی حمایت کرے۔"(27)

یہ نصوص اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ جو لوگ آزادی کے نام پر ظلم، فساد اور اقدارِ انسانی کو تباہ کرتے ہیں وہ معاشرے کے مجرم ہیں اور ان کے لیے سخت تادیبی اقدامات ناگزیر ہیں۔

مذہبی رواداری کا عملی تصور:

اسلام نے ابتدا ہی سے مذہبی رواداری اور عقیدے کی آزادی کو بنیادی انسانی حق قرار دیا۔ یعنی دین کے معاملے میں کسی پر جبر نہیں، ہر ایک کو اپنے عقیدے کے مطابق زندگی گزارنے کا حق ہے۔ میثاقِ مدینہ اسی اصول کا پہلا آئینی اظہار تھا یہ الفاظ محض

رواداری کا نظریاتی دعویٰ نہیں بلکہ عملی معاہدہ تھے جن کے تحت یہودیوں کو مکمل مذہبی آزادی، عبادت کے مقامات کا تحفظ اور برابری کی بنیاد پر سماجی شرکت کا حق دیا گیا۔ اس طرح نبی اکرم ﷺ نے ایک ایسی ریاستی مثال قائم کی جس میں مختلف مذاہب اور عقائد رکھنے والے افراد ایک دوسرے کے ساتھ پرامن بقائے باہمی کی فضا میں زندگی گزار سکیں۔ یہی وہ بنیاد تھی جس نے مذہبی منافرت اور جبر کو رد کیا، اور ثابت کیا کہ ایک اسلامی ریاست نہ صرف اپنے پیروکاروں بلکہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو بھی امن، مساوات اور عزت فراہم کرتی ہے۔ آج کے دور میں جب انتہاپسندی اور مذہبی تعصبات عالمی امن کو چیلنج بنا چکے ہیں، میثاقِ مدینہ کا یہ اصول ہمارے لیے سب سے بڑی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

ریاستی استحکام میں مساوی شہریت کا اصول:

انتماء (وابستگی / انتساب) سے مراد ایک ایسی انسانی ضرورت ہے جس کے ذریعے معاشرے میں اتحاد و یکجہتی پیدا ہوتا ہے۔ یعنی معاشرے کے افراد اپنی اجتماعی رکنیت کے تحت اس کی اعلیٰ قدروں، اصولوں اور طرزِ عمل کو اپناتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ افراد اندھی تقلید میں اپنی انفرادیت کھو بیٹھیں بلکہ یہ قدریں اور اصول ایسے ہوں جو ان کی ذاتی نشوونما اور شخصیت کے ارتقاء کے ساتھ ہم آہنگ ہوں۔ اسی کو یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے وابستگی ایک مثبت اور محبت پر مبنی رجحان ہے جسے فرد اپنے وطن کے ساتھ محسوس کرتا ہے۔ اس میں وطن سے رشتہ، فخر، وفاداری اور شناخت کا شعور شامل ہے۔ ایسا فرد اپنے ملک کے مسائل اور مفادات کا خیال رکھتا ہے، اس کی دولت و وسائل کی حفاظت کرتا ہے، اجتماعی کاموں میں حصہ لیتا ہے، اکثریت کے ساتھ ہم آہنگ رہتا ہے اور مشکلات میں بھی اپنے وطن کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ قرآن مجید نے وطن کی حرمت کو اجاگر کیا ہے اور وطن سے جبری بے دخلی یا وہاں کے باسیوں کو ذلیل کرنے کو سنگین جرم قرار دیا ہے۔ وطن کا حق یہ ہے کہ اس سے محبت کی جائے اور وہاں رہنے والا خود کو ایک باعزت شہری تصور کرے۔ میثاقِ مدینہ نے اسی اصول کو آئینی شکل دی اور یہود کو اسلامی ریاست کے شہری تسلیم کیا۔ اس میں درج ہے:

"وإن يثرب حرام جوفها لأهل هذه الصحيفة."[28]

"یثرب (مدینہ) کا اندرون (یعنی حدود) اس معاہدے کے سب فریقین کے لیے حرمت والا (محفوظ) ہوگا۔"

یہ نص ثابت کرتی ہیں کہ اسلام نے اہلِ کتاب کو بھی مکمل شہری حقوق دیے اور انہیں امت کا حصہ قرار دیا بشرطیکہ وہ اپنے واجبات پورے کریں۔ اس طرح اختلافِ دین کو شہریت سے محرومی کا سبب قرار نہیں دیا گیا بلکہ اسے ایک ایسا حق مانا گیا جو عدل و مساوات پر مبنی ریاست کے استحکام کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

میثاقِ مدینہ اور اصولِ احتساب:

تمام انسانی معاشروں کی اعلیٰ ترین غایت یہ ہے کہ وہ انسان کی فلاح و بہبود کو یقینی بنائیں۔ ایک ایسا صالح معاشرہ تشکیل دیں جو زمین کی آبادکاری کرے، کائناتی وسائل کو بروئے کار لا کر ایک ایسی تہذیب کی بنیاد رکھے جس میں ہر انسان عدل، امن اور سکون کے سائے تلے اپنی روحانی اور مادی ضروریات کی تکمیل کرے اور اس کی شخصیت کے تمام پہلوؤں روح، عقل اور جسم کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ لیکن جیسے جیسے انسانی معاشرت پیچیدہ اور ترقی یافتہ ہوتی گئی، ویسے ہی فساد انگیز عناصر بھی نمودار ہوئے جنہوں نے سکونِ عامہ کو

غارت کیا۔ اس پس منظر میں لازمی ہوا کہ قوانین اور تشریعات وضع کی جائیں تاکہ مجرموں کا محاسبہ کیا جا سکے، عمومی امن کو یقینی بنایا جا سکے اور معاشرتی تنازعات و جھگڑوں کا قلع قمع ہو۔

میثاقِ مدینہ اور اصولِ مکالمۂ تہذیب:

مکالمۂ تہذیب سے مراد مختلف مذاہب و ثقافتوں کے حامل طبقات کے مابین ایسا بامقصد مکالمہ ہے جو باہمی افہام و تفہیم کو فروغ دے۔ میثاقِ مدینہ نے اس اصول کو اپنے متعدد مقامات پر تسلیم کیا۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے ساتھ شریکِ وطن کے اعتقاد کے احترام کو لازم قرار دیا اور اسے مکالمے اور افہام و تفہیم کے بغیر ممکن نہ سمجھا۔ پس میثاقِ مدینہ نے بین المذاہب مکالمہ کو بقائے باہمی اور سماجی امن کا لازمی جزو قرار دیا۔

میثاقِ مدینہ اور صدامِ تہذیب کی نفی:

میثاقِ مدینہ نے واضح کیا کہ معاشروں کے درمیان صدام اور تصادم کی راہیں ترک کی جائیں اور صلح و آشتی کو اختیار کیا جائے۔ چنانچہ اس میں درج ہے:

"اگر صلح کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کریں گے اور اس پر قائم رہیں گے۔ اور یہودِ اوس اپنے موالی اور اپنی جانوں کے ساتھ اہلِ صحیفہ کے برابر ہوں گے، اور ان کے لیے بھی وہی حقوق ہوں گے جو دیگر فریقین کے لیے ہیں۔"[(29)]

یہ دفعات اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ میثاقِ مدینہ نے نہ صرف صدام اور جنگ کو رد کیا بلکہ ایک ایسا امن پسند فریم ورک دیا جس نے مختلف مذاہب و ثقافتوں کو ایک ریاستی نظم میں جمع کیا۔

خلاصہ کلام:

میثاقِ مدینہ اسلامی تاریخ کی وہ عدیم المثال دستاویز ہے جس نے انسانیت کو آئینی، سماجی اور اخلاقی اصولوں پر مبنی ایک نئے دور میں داخل کیا۔ یہ وہ پہلا تحریری معاہدہ تھا جس نے مختلف مذاہب، ثقافتوں اور نسلی طبقات کو ایک ریاستی نظم میں پرویا اور اس طرح ایک ایسی وفاقی ریاست کی بنیاد رکھی جس کے سربراہ براہِ راست رسولِ اکرم ﷺ تھے۔ اس میثاق میں مذہبی آزادی، عدل و مساوات، شہری حقوق، اجتماعی تعاون اور بیرونی خطرات کے خلاف مشترکہ دفاع جیسے رہنما اصول طے کیے گئے۔ یہ اصول اس بات کے ضامن تھے کہ مدینہ کے سب باشندے خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم قانون اور انصاف کے دائرے میں برابر کے شہری شمار ہوں گے۔ یہ معاہدہ نہ صرف اس دور کے سیاسی و سماجی تناظر میں ایک انقلابی قدم تھا بلکہ آج کے عہد میں بھی امن و استحکامِ ریاست اور انتہا پسندی کے انسداد کے لیے ایک رہنما چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی فکر کی روشنی میں میثاقِ مدینہ کو دیکھا جائے تو یہ محض ایک وقتی سیاسی معاہدہ نہیں بلکہ ایک ہمہ جہتی آئینی منشور ہے جو کائناتی اصولوں پر قائم ہے۔ اس نے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ اختلافِ عقیدہ اور تنوعِ ثقافت کسی معاشرے کے لیے رکاوٹ نہیں بلکہ اس کی طاقت ہیں، بشرطیکہ انہیں عدل، مساوات اور احترامِ انسانیت کے اصولوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔ یوں یہ میثاق

نہ صرف اسلامی تہذیب کی بنیاد ہے بلکہ عالمی سطح پر بین المذاہب ہم آہنگی، انسانی حقوق کے فروغ اور پائیدار امن کے قیام کے لیے ایک آفاقی نمونہ بھی ہے۔

نتائج بحث:

اس تحقیق سے درج ذیل نمایاں نتائج سامنے آتے ہیں:

1. اسلامی تصورِ انسانیت اس اصول پر قائم ہے کہ انسانی فطرت باہمی تعاون، تکافل اور یکجہتی کی متقاضی ہے۔
2. میثاقِ مدینہ نے متعدد دفعات میں تکافلِ اجتماعی پر زور دیا جس کا تقاضا فقر و فاقہ اور معاشرتی ناہمواری کا خاتمہ ہے جیسا کہ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اسے فلاحی ریاست کی بنیاد قرار دیا ہے۔
3. تہذیبی، مذہبی اور سماجی تنوع انسانی معاشروں کی بنیادی خصوصیات میں سے ہے۔ میثاق مدینہ نے مختلف قبائل کو ایک ریاست کے تحت منظم کر کے انہیں معاشرتی اکائی کا حصہ بنایا جو جدید دور میں شہریت کے مساوی حقوق کے لیے مشعل راہ ہے
4. میثاقِ مدینہ نے "قبولِ دگر" اور اختلافات کے احترام کے اصول کو انسانی وقار کی بنیاد پر تسلیم کیا۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کے نزدیک یہی رویہ قومی یکجہتی اور بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے ناگزیر ہے۔
5. دستورِ مدینہ نے ریاست کے حقِ خود مختاری کو تسلیم کیا اور بیرونی مداخلت کو ناقابلِ قبول قرار دیا جو جدید بین الاقوامی قانون کے بنیادی اصول سے ہم آہنگ ہے۔
6. میثاقِ مدینہ نے یہ اصول بیان کیا کہ کسی مذہب یا گروہ کو چند متعصب افراد کی غلطیوں کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ یہ ہر فرد کی انفرادی جواب دہی پر زور دیتا ہے۔
7. اسلام کو تشدد اور دہشت گردی کے ساتھ جوڑنا سراسر بے بنیاد ہے۔ میثاقِ مدینہ اپنی دفعات کے ذریعے اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اسلام نے مختلف طبقات کے مابین امن و سلامتی کی ضمانت فراہم کی۔
8. اسلام ظلم، جبر اور استبداد کی نفی کرتا ہے اور ہر قسم کی دہشت گردی اور قہر کے خلاف دوٹوک موقف رکھتا ہے۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اس پہلو کو امن پسند ریاست کی اساس قرار دیا ہے۔
9. میثاق مدینہ کے ارٹیکلز کا آئینی مطالعہ عصر حاضر میں بین المذاہب رواداری، انتہا پسندانہ رویوں کے خاتمے کے لیے بنیادی اصول فراہم کرتا ہے۔
10. میثاقِ مدینہ نے دوسروں کے مقدسات اور عبادت گاہوں کے احترام کو لازمی قرار دیا، جو بین المذاہب احترام اور بقائے باہمی کا عملی نمونہ ہے۔
11. یاستی استحکام اور انتہاپسندی کا خاتمہ ریاست کے تمام عناصر کے متوازن رویے اور باہمی اشتراک سے مشروط ہے۔
12. میثاقِ مدینہ نے جامع شہریت کا اصول تسلیم کیا اور یہود کو اسلامی ریاست کا باقاعدہ شہری اور اس کے اجزائے ترکیبی میں شامل قرار دیا۔

13. میثاق مدینہ عصر حاضر میں درپیش مسائل جیسے بدامنی ،انتشار، دہشت گردی اور ریاستی عدم استحکام کے خاتمے کا جامع و آئینی حل فراہم کرتا ہے۔

سفارشات:

اس تحقیق کے نتائج کی روشنی میں درج ذیل سفارشات مرتب کی جاسکتی ہیں:

1. ریاست کو چاہیے کہ مختلف مذاہب، مسالک اور ثقافتوں کے مابین بقائے باہمی اور رواداری کے اصول کو آئینی سطح پر مزید تقویت دے۔
2. انتہاپسندی اور تعصب کے خاتمے کے لیے قانونی و ادارہ جاتی اقدامات کو مزید مضبوط بنایا جائے۔
3. دستورِ مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور کے مطابق ریاست کو مساوات، جامع شہریت اور تکافلِ اجتماعی کو اپنی پالیسیوں کی بنیاد بنانا ہو گا۔
4. دستور مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور کتاب عصر حاضر کے مسائل کے حل کے لیے بہترین کاوش ہے اسے مختلف یونیورسٹیز میں بین المذاہب رواداری کے لیے بطور نصاب شامل کیا جانا چاہیے
5. کسی مذہب یا گروہ کو چند انتہاپسند عناصر کی غلطیوں کا ذمہ دار نہ ٹھہرایا جائے، بلکہ انفرادی جواب دہی کے اصول کو نافذ کیا جائے۔
6. اسلام کے پیغامِ امن اور رواداری کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے اور دہشت گردی سے اس کی براءت کو نمایاں کرنے کے لیے علمی، تعلیمی اور سفارتی اقدامات کیے جائیں۔
7. ریاستی اداروں کو عدل و انصاف پر مبنی قوانین مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے عناصر کا موثر احتساب کرنا چاہیے جو معاشرتی ہم آہنگی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔
8. نئی نسل کو تعلیمی نصاب کے ذریعے میثاقِ مدینہ کے اصولوں اور ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کے پیش کردہ فلاحی ریاست کے نظریے سے روشناس کرایا جائے۔
9. مختلف یونیورسٹیز اور تحقیقی ادارہ جات عصر حاضر میں ریاستی استحکام کے لئے میثاق مدینہ کے آئینی اصولوں کو مزید تحقیقات کے ذریعے اجاگر کروائیں۔

حوالہ جات:

---

[1] ابن هشام، عبد الملك بن هشام ، *السيرة النبوي* (مصر: مكتبة مصطفى البابي الحلبي،1995ء)،213/1۔
Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik ibn Hishām, al-Sīrah al-Nabawiyyah (Egypt: Maktabat Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1995), 1:213.

[2] عبد اللطيف، عبد الشافي محمد،(١٤٢٨ھ) السيرة النبوية والتاريخ الإسلامي (بيروت،لبنان: دار الكتب العلميه،1428ھ)201۔
ʿAbd al-Laṭīf, ʿAbd al-Shāfī Muḥammad, al-Sīrah al-Nabawiyyah wa al-Tārīkh al-Islāmī (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1428 AH), 201.

[3] القادری،حسن محی الدین، دستور مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور (لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز،لاہور،2024)،1: 520۔

Qādrī, Ḥasan Muḥyī al-Dīn, Dustūr-e Madīnah aur Falāḥī Rīyāsat kā Taṣawwur (Lahore: Minhāj al-Qur'ān Publications, 2024), 1:510.

[4] الصنعاني، محمد بن اسماعيل بن صلاح ، سبل السلام،(بيروت،لبنان: دارالحديث، 1182ھ) ، 2: 337۔

al-Ṣanʿānī, Muḥammad ibn Ismāʿīl ibn Ṣalāḥ, Subul al-Salām (Beirut: Dār al-Ḥadīth, 1182 AH), 2:337.

[5] القادری، دستور مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور،1: 526۔

ādrī, Ḥasan Muḥyī al-Dīn, Dustūr-e Madīnah aur Falāḥī Rīyāsat kā Taṣawwur, 1:526.

[6] السهيلي، عبد الرحمن بن عبد الله ، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام(بيروت: دار إحياء التراث العربي، 2000ء)، 2: 281۔

al-Suhaylī, ʿAbd al-Raḥmān ibn ʿAbd Allāh, al-Rawḍ al-Unuf (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 2000), 2:281.

[7] القادری، دستور مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور،1: 146۔

ādrī, Ḥasan Muḥyī al-Dīn, Dustūr-e Madīnah aur Falāḥī Rīyāsat kā Taṣawwur, 1:146.

[8] القادری، محمد طاہر،میثاق مدینہ کا آئینی تجزیہ(لاہور: منہاجُ القرآن پبلیکیشنز،ماڈل ٹاؤن،2000ء)131۔

Qādrī, Muḥammad Ṭāhir, Mīthāq-e Madīnah kā Āʾīnī Taḥlīl (Lahore: Minhāj al-Qur'ān Publications, 2000), 131.

[9] القادری،حسن محی الدین،(۲۰۲۴ء) دستور مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور،منہاج القرآن پبلی کیشنز،لاہور،ج ۱: ص:۵۰۲۔

Qādrī, Ḥasan Muḥyī al-Dīn, Dustūr-e Madīnah aur Falāḥī Rīyāsat kā Taṣawwur (Lahore: Minhāj al-Qur'ān Publications, 2024), 1:502.

[10] القرآن، 30:22۔

Al-Qur'an, 30:22.

[11] القادری، دستور مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور،1: 581۔

Qādrī, Ḥasan Muḥyī al-Dīn, Dustūr-e Madīnah aur Falāḥī Rīyāsat kā Taṣawwur (Lahore: Minhāj al-Qur'ān Publications, 2024), 1:581.

[12] ابن اسحاق، محمد بن اسحاق، السيرة النبوية، تحقيق: محمد حميد الله (قاہرہ: مكتبة الخانجي1955ء)، 1: 123۔

Ibn Isḥāq, Muḥammad ibn Isḥāq, al-Sīrah al-Nabawiyyah, ed. Muḥammad Ḥamīdullāh (Cairo: Maktabat al-Khānjī, 1955), 1:123.

[13] ایضاً۔

Ibid.

[14] ایضاً۔

Ibid.

[15] القادری،حسن محی الدین،دستور مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور،1: 517۔

Qādrī, Ḥasan Muḥyī al-Dīn, Dustūr-e Madīnah aur Falāḥī Rīyāsat kā Taṣawwur, 1:517.

[16] الصنعاني، سبل السلام،2: 337۔

al-Ṣanʿānī, Muḥammad ibn Ismāʿīl ibn Ṣalāḥ, Subul al-Salām, 2:337.

[17] النووي، يحيى بن شرف ، تهذيب الأسماء واللغات (بيروت: دار الفكر،19991)، 1: 87۔

al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf, Tahdhīb al-Asmāʾ wa-l-Lughāt (Beirut: Dār al-Fikr, 1991), 1:87.

[18] القادری، محمد طاہر، دہشت گردی اور فتنہء خوارج (مبسوط تاریخی فتوی) (لاہور: منہاجُ القرآن پبلیکیشنز،ماڈل ٹاؤن2010)،331۔

Qādrī, Muḥammad Ṭāhir, Terrorism and the Khawārij: A Historical Fatwa (Lahore: Minhāj al-Qur'ān Publications, 2010), 331.

[19] الصنعاني، محمد بن اسماعيل بن صلاح ، سبل السلام، 2: 337۔

al-Ṣanʿānī, Muḥammad ibn Ismāʿīl ibn Ṣalāḥ, Subul al-Salām (Beirut: Dār al-Ḥadīth, 1182 AH), 2:337.

[20] ابن اسحاق، محمد بن اسحاق، السیرة النبویة، 1: 123۔

Ibn Isḥāq, Muḥammad ibn Isḥāq, al-Sīrah al-Nabawiyyah, 1:123.

[21] القادری، محمد طاہر، دہشت گردی اور فتنہء خوارج، 331۔

Qādrī, Muḥammad Ṭāhir, Terrorism and the Khawārij, 331.

[22] مراد، علي عداء، التدخل الإنساني بين حماية حقوق الإنسان ومبدأ السيادة، مجلة جامعة تكريت للحقوق، جلد:2، شماره : 3، 31
Murād, ʿAlī ʿAdā', al-Tadakhkhul al-Insānī bayna Ḥimāyat Ḥuqūq al-Insān wa Mabda' al-Siyādah, Tikrīt University Journal of Law, 2(3), p.31 (1439 AH).

[23] القرآن، 6:5۔

Al-Qur'an, 5:6.

[24] مراد، علي عداء، التدخل الإنساني بين حماية حقوق الإنسان ومبدأ السيادة، مجلة جامعة تكريت للحقوق، جلد ۰۲، شماره ۰۳، ص:۳۱۔

Murād, ʿAlī ʿAdā', al-Tadakhkhul al-Insānī bayna Ḥimāyat Ḥuqūq al-Insān wa Mabda' al-Siyādah, Tikrīt University Journal of Law, 2(3), p.31 (1439 AH).

[25] القادری، محمد طاہر،(۲۰۰۰ء) میثاق مدینہ کا آئینی تجزیہ،منہاجُ القرآن پبلیکیشنز،ماڈل ٹاؤن لاہور، ص:۱۳۱۔
Qādrī, Muḥammad Ṭāhir, Mīthāq-e Madīnah kā Āʾīnī Taḥlīl (Lahore: Minhāj al-Qur'ān Publications, 2000), 131.

[26] ابن اسحاق، محمد بن اسحاق (۱۹۵۵ء)، السیرة النبویة، تحقیق: محمد حمید اللہ، مکتبة الخانجی، قاہرہ، ج:۱، ص:۱۲۳۔
Ibn Isḥāq, Muḥammad ibn Isḥāq, al-Sīrah al-Nabawiyyah, ed. Muḥammad Ḥamīdullāh (Cairo: Maktabat al-Khānjī, 1955), 1:123.

[27] مراد، علي عداء، (۱۴۳۹ھ)التدخل الإنساني بين حماية حقوق الإنسان ومبدأ السيادة، مجلة جامعة تكريت للحقوق، جلد ۰۲، شماره ۰۳، ص:۳۱۔

Murād, ʿAlī ʿAdā', al-Tadakhkhul al-Insānī bayna Ḥimāyat Ḥuqūq al-Insān wa Mabda' al-Siyādah, Tikrīt University Journal of Law, 2(3), p.31 (1439 AH).

[28] ابن اسحاق، محمد بن اسحاق ،1: 123۔

Ibn Isḥāq, Muḥammad ibn Isḥāq, al-Sīrah al-Nabawiyyah, 1:123.

[29] ایضاً۔

Ibid.